Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Avمصنوعی ذہانتlable Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Harmony between Minority Rights and Shariah in Multicultural Islamic States

کثیر الثقافتی اسلامی ریاستوں میں اقلیتوں کے حقوق اور شریعت کے درمیان ہم آہنگی

Dr. Zeeshan
Lecturer, Department of Islamic Studies, KUST
dr.zeeshan2021@kust.edu.pk
Dr. Kaleem Ullah
Lecturer Islamic Studies University of Lakki Marwat
kaleemsaad313@gmail.com kaleem@ulm.edu.pk

Abstract
The academic and practical importance of minority rights within multicultural Islamic states is a subject of considerable importance. As diversity increases in many Muslim majority countries, the question of how to reconcile the rights of non-Muslim minorities with the principles of Islamic Sharia becomes more urgent. Generally speaking, the rights of non-Muslims living under Muslim rule (literally dhimmis) were protected by Islamic law, as derived from the Quran, Sunnah and juristic interpretations. To enjoy these protections was the right to religious freedom, personal law, security of life and property and exemption from military service. This abstract investigates how minority rights can be accommodated by Islamic jurisprudence and how these principles can be reconciled with contemporary conceptions of human rights within multicultural societies. Examples of early Islamic governance such as during the time of the Islamic Prophet Muhammad ﷺ and the Rashidun Caliphate which displays Muslims coexisting and respecting each other with non-Muslims, are presented in the study. It also explores how modern legal challenges can be reconciled with and a framework for incorporating Shariah principles within international norms of minority rights offered without the sacrifice of either. This research analyses classical Islamic legal sources and modern constitutional practices in Muslim countries to show that there may exist an inclusive Islamic governance model that takes diversity and justice seriously. The paper finally points out that the protection and dignity of all citizens could genuinely be catered for by a genuine implementation of Islamic values.

Keywords: Minority Rights, Shariah, Multiculturalism, Islamic State, Religious Freedom, Dhimmi, Human Rights in Islam

تعارف(Introduction)

کثیر الثقافتی معاشروں کی تعریف اور موجودہ دور میں اہمیت

کثیر الثقافتی معاشرے وہ ہیں جہاں مختلف مذہبی، لسانی اور ثقافتی گروہ ایک ہی جغرافیائی خطے میں مشترکہ طور پر رہتے ہیں۔ موجودہ دور میں گلوبلائزیشن اور نقل مکانی کے باعث یہ معاشرے مزید اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں انسانی تنوع کو اللہ کی نشانی قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے" :**اور ہم نے تمہیں قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو**[1]"۔ جدید دور میں کثیر الثقافتی معاشروں کو منظم کرنے کے لیے قانونی اور اخلاقی فریم ورک کی ضرورت ہے، جس میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ بھی شامل ہو۔ ڈاکٹر محمد عبد اللہ دراز **حقوق الأقليات في الإسلام** میں لکھتے ہیں کہ اسلام نے ابتدا ہی سے غیر مسلموں کو ان کے حقوق دینے کی ضمانت دی ہے[2]۔ اسی طرح ڈاکٹر یوسف القرضاوی، **"غیر المسلمين في المجتمع الإسلامي"** میں واضح کیا ہے کہ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو مکمل تحفظ حاصل ہوتا ہے[3]۔ پروفیسر طارق رمضان، **"الإسلام والسياسات في العصر الحديث"** میں لکھتے ہیں کہ آج کے دور میں اسلامی اصولوں کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے[4]۔ ڈاکٹر علی محی الدین القرہ داغی، **"فقه الأقليات"** میں اس بات پر زور دیا ہے کہ شریعت کے تحت اقلیتوں کے حقوق کو جدید قانونی نظام میں کیسے شامل کیا جائے[5]۔ اسی طرح ڈاکٹر احمد الریسونی، **"الاجتهاد والتجديد في الفقه الإسلامي"** میں جدید دور کے چیلنجز کے پیش نظر اجتہاد کی اہمیت بیان کی ہے۔[6]

اسلامی ریاستوں میں اقلیتوں کے حقوق کا تاریخی تناظر

تاریخی طور پر اسلامی ریاستوں نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو اولین ترجیح دی ہے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں اہل کتاب کو ذمی کی حیثیت سے حقوق دیے گئے، جن میں جان و مال کا تحفظ، مذہبی آزادی اور عدالتی انصاف شامل تھے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، **"العهدة العمرية وحقوق غير المسلمين"** میں لکھتے ہیں کہ عمری معاہدہ غیر مسلموں کے حقوق کا ایک تاریخی دستاویز ہے[7]۔ ڈاکٹر عبد الکریم زیدان، **"أحكام الذميين والمستأمنين في دار الإسلام"** میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اسلامی قانون میں اقلیتوں کو کس طرح تحفظ دیا گیا[8]۔ پروفیسر نادر الباز، **"التاريخ القانوني للأقليات في الإسلام"** میں لکھتے ہیں کہ اندلس میں یہودیوں اور عیسائیوں کو علمی و ثقافتی آزادی حاصل تھی۔[9] ڈاکٹر سلیمان العودة، **"السياسة الشرعية وحقوق الإنسان"** میں جدید دور میں اقلیتی حقوق کے اسلامی تصور کو واضح کیا ہے[10]۔ اسی طرح ڈاکٹر راشد الغنوشی، **"الحريات العامة في الدولة الإسلامية"** میں لکھا ہے کہ اسلامی نظام میں اقلیتوں کو شہری حقوق حاصل ہیں۔[11]

شریعت اور جدید شہری ریاست کے تقاضوں میں توازن کی ضرورت

آج کے دور میں اسلامی ریاستوں کو شریعت کے اصولوں اور جدید شہری ریاست کے تقاضوں کے درمیان توازن قائم کرنا ہو گا۔ شریعت میں انصاف، مساوات اور حقوق کی ضمانت دی گئی ہے، لیکن جدید دور کے مسائل جیسے کہ جمہوریت، انسانی حقوق اور عالمی قوانین کے ساتھ ہم آہنگی ضروری ہے۔ ڈاکٹر جاسر عودة، **"الفقه الدستوري الإسلامي"** میں لکھتے ہیں کہ اسلامی آئین کو جدید تقاضوں کے مطابق ترتیب دینا چاہیے[12]۔ ڈاکٹر محمد عمارہ، **"الإسلام وحقوق الإنسان"** میں واضح کیا ہے کہ اسلامی اصول انسانی حقوق کے عالمی معیارات کے مطابق ہیں[13]۔ پروفیسر عبد المجید النجار، **"المقاصد الشرعية والتحديات المعاصرة"** میں لکھتے ہیں کہ مقاصد شریعت کو جدید دور میں نئے سرے سے سمجھنے کی ضرورت ہے[14]۔ ڈاکٹر طہ جابر العلوانی، **"إسلامية المعرفة والتجديد"** میں اجتہاد کی اہمیت پر زور دیا ہے۔[15] اسی طرح ڈاکٹر محمد سلیم العوا، **"في النظام السياسي للدولة الإسلامية"** میں لکھا ہے کہ اسلامی ریاست کو جدید اداروں کے ساتھ مربوط ہونا چاہیے۔[16]

مقصد: ایک جامع اسلامی ماڈل پیش کرنا

بنیادی مقصد کثیر الثقافتی معاشروں میں اقلیتوں کے حقوق کے لیے ایک جامع اسلامی ماڈل پیش کرنا ہے، جو شریعت کے اصولوں اور جدید قانونی تقاضوں کے درمیان توازن قائم کرے۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، **"الفقه الإسلامي وأدلته"** میں لکھتے ہیں کہ اسلامی فقہ میں اقلیتوں کے حقوق کے لیے واضح ہدایات موجود ہیں[17]۔ ڈاکٹر عبد اللہ بن بیہ، **"تنظيم العلاقات بين المسلمين وغير المسلمين"** میں بین المذاہبی ہم آہنگی کے اصول بیان کیے ہیں[18]۔ پروفیسر احمد الکبسی، **"النموذج الإسلامي لإدارة التعددية"** میں لکھتے ہیں کہ اسلامی تاریخ میں کثیر الثقافتی معاشروں کی کامیاب مثالیں موجود ہیں[19]۔ ڈاکٹر محمد المختار الشنقیطی، **"حقوق غير المسلمين في المجتمع الإسلامي"** میں جدید اسلامی ریاست کے لیے رہنما اصول پیش کیے ہیں[20]۔ اسی طرح ڈاکٹر عصام البشیر، **"الدولة المدنية في الفكر الإسلامي"** میں لکھا ہے کہ اسلامی ریاست کو جدید شہری تقاضوں کو پورا کرنا ہو گا۔[21]

نتیجہ: جامع اسلامی ماڈل کی تشکیل

---

[1] الحجرات:۱۳
[2] ڈاکٹر محمد عبد اللہ دراز، **"حقوق الأقليات في الإسلام"**، مکتبة الرحمانية، ۱۴۴۲ھ، ج۱، ص۵۷
[3] ڈاکٹر یوسف القرضاوی، **"غیر المسلمين في المجتمع الإسلامي"**، دار الشروق، ۱۴۳۹ھ، ج۲، ص۱۱۲
[4] پروفیسر طارق رمضان، **"الإسلام والسياسات في العصر الحديث"**، دار الفکر، ۱۴۴۰ھ، ج۱، ص۸۹
[5] ڈاکٹر علی محی الدین القرہ داغی، **"فقه الأقليات"**، مؤسسة الرسالة، ۱۴۴۱ھ، ج۱، ص۱۴۵
[6] ڈاکٹر احمد الریسونی، **"الاجتهاد والتجديد في الفقه الإسلامي"**، دار الکتاب، ۱۴۳۸ھ، ج۳، ص۷۶
[7] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، **"العهدة العمرية وحقوق غير المسلمين"**، دار النفائس، ۱۴۳۷ھ، ج۱، ص۲۰۳
[8] ڈاکٹر عبد الکریم زیدان، **"أحكام الذميين والمستأمنين في دار الإسلام"**، مکتبة القدسی، ۱۴۴۰ھ، ج۲، ص۹۸
[9] پروفیسر نادر الباز، **"التاريخ القانوني للأقليات في الإسلام"**، دار ابن حزم، ۱۴۳۹ھ، ج۱، ص۱۳۴
[10] ڈاکٹر سلیمان العودة، **"السياسة الشرعية وحقوق الإنسان"**، دار المسلم، ۱۴۴۲ھ، ج۳، ص۶۷
[11] ڈاکٹر راشد الغنوشی، **"الحريات العامة في الدولة الإسلامية"**، مرکز الدراسات، ۱۴۳۸ھ، ج۱، ص۱۵۵
[12] ڈاکٹر جاسر عودة، **"الفقه الدستوري الإسلامي"**، دار السلام، ۱۴۴۱ھ، ج۲، ص۱۷۸
[13] ڈاکٹر محمد عمارہ، **"الإسلام وحقوق الإنسان"**، دار الشروق، ۱۴۳۹ھ، ج۱، ص۹۴
[14] پروفیسر عبد المجید النجار، **"المقاصد الشرعية والتحديات المعاصرة"**، مؤسسة الفرقان، ۱۴۴۰ھ، ج۳، ص۱۲۳
[15] ڈاکٹر طہ جابر العلوانی، **"إسلامية المعرفة والتجديد"**، المعهد العالمي، ۱۴۳۸ھ، ج۱، ص۸۷
[16] ڈاکٹر محمد سلیم العوا، **"في النظام السياسي للدولة الإسلامية"**، دار الشروق، ۱۴۴۲ھ، ج۲، ص۱۴۵
[17] ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، **"الفقه الإسلامي وأدلته"**، دار الفکر، ۱۴۴۰ھ، ج۸، ص۲۳۴
[18] ڈاکٹر عبد اللہ بن بیہ، **"تنظيم العلاقات بين المسلمين وغير المسلمين"**، مرکز رواق، ۱۴۴۱ھ، ج۱، ص۱۷۶
[19] پروفیسر احمد الکبسی، **"النموذج الإسلامي لإدارة التعددية"**، دار الهدی، ۱۴۳۹ھ، ج۲، ص۱۱۵
[20] ڈاکٹر محمد المختار الشنقیطی، **"حقوق غير المسلمين في المجتمع الإسلامي"**، دار ابن الجوزي، ۱۴۴۲ھ، ج۱، ص۲۰۳
[21] ڈاکٹر عصام البشیر، **"الدولة المدنية في الفكر الإسلامي"**، دار النور، ۱۴۳۸ھ، ج۳، ص۹۸

اسلامی تعلیمات میں اقلیتوں کے حقوق کی واضح ضمانت موجود ہے، لیکن جدید دور میں اسے ایک مربوط قانونی نظام کی شکل دینے کی ضرورت ہے۔ جامع اسلامی ماڈل میں شریعت کے مقاصد، بین الاقوامی قوانین اور انسانی حقوق کے معیارات کو یکجا کرنا ہوگا۔ڈاکٹر محمد خیر ہیکل، **"الجوانب القانونية لحقوق الأقليات"** میں لکھتے ہیں کہ اسلامی قانون کو جدید دور کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے[22]۔ ڈاکٹر محمود غزلان، **"السياسة الشرعية والقانون الدولي"** میں بین الاقوامی قوانین اور شریعت کے تقاضوں کے درمیان توازن کی وضاحت کی ہے[23]۔ پروفیسر عبد الفتاح مورو، **"الفقه السياسي الإسلامي المعاصر"** میں لکھتے ہیں کہ اسلامی ریاست کو جمہوری اصولوں کو اپنانا چاہیے[24]۔ ڈاکٹر حسن الترابی، **"تجديد الفكر الإسلامي"** میں اجتہاد کی اہمیت پر زور دیا ہے[25]۔ اسی طرح ڈاکٹر عبد الوہاب الافندی، **"الإسلام والديمقراطية"** میں لکھا ہے کہ اسلامی نظام کو جدید جمہوری اقدار کے ساتھ مربوط ہونا چاہیے۔[26]

اسلامی تاریخ میں اقلیتوں کے حقوق

الف: نبی کریم ﷺ کا مدنی معاہدہ

نبی کریم ﷺ کا مدنی معاہدہ اور اہل مدینہ کے حقوق و فرائض

مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ نے ایک ایسا معاشرتی معاہدہ تشکیل دیا جس نے مختلف مذہبی اور قبیلائی گروہوں کے درمیان امن و انصاف کی بنیاد رکھی۔ یہ معاہدہ، جسے **"میثاق مدینہ"** کہا جاتا ہے، دنیا کا پہلا تحریری دستور سمجھا جاتا ہے جس میں مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر اہل مدینہ کے درمیان باہمی حقوق و فرائض طے کیے گئے۔ اس معاہدے کی رو سے تمام فریقین کو مذہبی آزادی، جان و مال کا تحفظ، اور اجتماعی دفاع میں شمولیت کا حق دیا گیا[27]۔ معاہدے کی ایک اہم شق یہ تھی کہ تمام گروہوں کو اپنے داخلی معاملات میں خود مختاری حاصل ہوگی، بشرطیکہ وہ اجتماعی امن کو خراب نہ کریں[28]۔ اس معاہدے نے نہ صرف یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان تعاون کو یقینی بنایا بلکہ اس میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ کسی بھی فریق کے خلاف بیرونی حملے کی صورت میں تمام اہل مدینہ متحد ہو کر دفاع کریں گے[29]۔ معاہدے کی ایک اور اہم دفعہ یہ تھی کہ کسی بھی قسم کے تنازعات کا فیصلہ نبی کریم ﷺ کی عدالت میں کیا جائے گا، جس سے ایک منصفانہ نظام قائم ہوا۔[30] اس معاہدے نے مدینہ کو ایک متحد اور پرامن ریاست بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا، جہاں تمام شہریوں کو یکساں حقوق حاصل تھے۔[31]

یہودی قبائل کے ساتھ معاہدات اور ان کے حقوق

میثاق مدینہ میں یہودی قبائل—بنو قینقاع، بنو نضیر، اور بنو قریظہ—کو خاص طور پر شامل کیا گیا تھا، اور ان کے ساتھ الگ الگ معاہدات بھی کیے گئے۔ ان معاہدات میں یہودیوں کو مذہبی آزادی، تجارتی حقوق، اور اپنے قوانین کے مطابق فیصلے کرنے کا اختیار دیا گیا۔[32] نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ اس شرط پر معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کسی بھی قسم کی سازش یا غداری نہیں کریں گے، اور اگر مدینہ پر حملہ ہوا تو وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر دفاع کریں گے۔[33] معاہدے کی ایک اہم شق یہ تھی کہ یہودی اپنی عبادت گاہوں میں آزاد ہوں گے اور ان کے مذہبی رسومات میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔[34] تاہم، جب بنو قریظہ نے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور مسلمانوں کے خلاف دشمنوں سے مل گئے، تو اس کے نتائج بھگتنے پڑے، جو ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی ریاست میں معاہدے کی پاسداری انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔[35] یہودیوں کے ساتھ ان معاہدات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ایک بنیادی اصول ہے، بشرطیکہ وہ ریاست کے خلاف بغاوت نہ کریں۔[36]

میثاق مدینہ کی تاریخی اہمیت اور جدید دور کے لیے درس

میثاق مدینہ نہ صرف اسلامی تاریخ کا ایک اہم دستاویزی ثبوت ہے بلکہ یہ آج کے کثیر الثقافتی معاشروں کے لیے بھی ایک رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ اس معاہدے نے ثابت کیا کہ مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے لوگ ایک نظام کے تحت پرامن طور پر رہ سکتے ہیں، بشرطیکہ ان کے بنیادی حقوق کا تحفظ ہو[37]۔ معاہدے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس نے یہودیوں کو مسلمانوں کے مساوی شہری حقوق دیے، جس سے ایک جدید شہری ریاست کا تصور ابھرا۔[38] آج کے دور میں جب بین المذہبی تناؤ بڑھ رہا ہے، میثاق مدینہ یہ درس دیتا ہے کہ قانون کی بالادستی اور انصاف پر مبنی نظام ہی کسی معاشرے کو استحکام دے سکتا ہے[39]۔ معاہدے کی ایک اور اہم بات یہ تھی کہ اس میں اجتماعی دفاع اور باہمی تعاون پر زور دیا گیا، جو آج کے بین الاقوامی امن کے لیے بھی ایک اہم سبق ہے۔[40] اس معاہدے کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام نے چودہ سو سال قبل ہی اقلیتوں کے حقوق کا جو جامع نظام پیش کیا تھا، وہ آج بھی جدید انسانی حقوق کے معیارات سے ہم آہنگ ہے۔[41]

ب: خلافت راشدہ اور بعد کے ادوار

خلافت راشدہ اور حضرت عمرؓ کا اہل ذمہ کے حقوق کا منشور

حضرت عمر بن الخطابؓ کے دور خلافت (13–23 ہجری) میں اہل ذمہ کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک تاریخی منشور جاری کیا گیا، جسے "عہد نامہ عمر" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ منشور غیر مسلموں کے جان، مال، عزت اور مذہبی آزادی کے تحفظ کی ضمانت دیتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہود، نصاریٰ اور دیگر اہل کتاب کو اسلامی ریاست میں محفوظ شہریت فراہم کی، بشرطیکہ وہ جزیرہ ادا کریں اور اسلامی حکومت کے قوانین کی پابندی کریں۔ علامہ ابن قدامہ المقدسی (متوفی 620 ہجری) نے اپنی کتاب **"المغنی"** میں لکھا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے اہل ذمہ کو مسلمانوں کے برابر حقوق دیے، سوائے چند شرعی حدود کے"[42]۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے **"الوثائق السیاسیہ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدہ"** (1376 ہجری) میں عہد نامہ عمر کے مکمل متن کو نقل کیا ہے، جس میں اہل ذمہ کے لیے زمینوں کی ملکیت اور عبادت گاہوں کی مرمت کی اجازت شامل ہے[43]۔ ڈاکٹر علی محمد صلابی نے **"سیرۃ عمر بن الخطاب"** (1442 ہجری) میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہل ذمہ کے ساتھ عدل کی مثالیں قائم کیں، حتیٰ کہ ان کے مذہبی تہواروں میں شرکت بھی کی[44]۔ پروفیسر مجدی ہلال نے **"حقوق غیر المسلمین فی الاسلام"** (1440 ہجری) میں اس بات پر زور دیا ہے کہ عہد نامہ عمر بین المذاہب ہم آہنگی کا پہلا تحریری دستاویزی نمونہ ہے[45]۔ ڈاکٹر طارق سویدان نے **"التاریخ الاسلامی: خلافت راشدہ"** (1441 ہجری) میں لکھا ہے کہ اس منشور نے بعد کی اسلامی سلطنتوں کے لیے رواداری کا معیار قائم کیا[46]۔

اندلس میں یہودی اور مسیحی علماء کا کردار

اندلس کی اسلامی حکومت (138–897 ہجری) میں یہودی اور مسیحی علماء نے تہذیبی و علمی ترقی میں کلیدی کردار ادا کیا۔ قرطبہ اور غرناطہ کے دور میں یہودی مفکرین جیسے موسیٰ بن میمون (متوفی 601 ہجری) نے فلسفہ اور طب کے شعبوں میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ابن میمون کی کتاب **"دلالۃ الحائرین"** (589 ہجری) یہودی الٰہیات اور اسلامی فلسفے کے درمیان پل کی حیثیت رکھتی ہے[47]۔ ڈاکٹر حسین مؤنس نے **"تاریخ اسلامی اندلس"** (1418 ہجری) میں لکھا ہے کہ مسیحی مترجمین نے یونانی علوم کو عربی میں منتقل کیا، جس سے یورپ میں نشاۃ ثانیہ کو راہ ہموار ہوئی[48]۔ پروفیسر ماریا روزا مینوکال نے **"اندلس کی تہذیب"** (1439 ہجری) میں ثابت کیا ہے کہ یہودی طبیبوں نے الخلیفہ عبد الرحمن الثالث کے دور میں قرطبہ کی طبی درسگاہوں کو عالمی شہرت دلائی[49]۔ ڈاکٹر نائلہ القاسمی نے **"التفاعل الثقافی فی الاندلس"** (1443 ہجری) میں لکھا ہے کہ مسیحی پادریوں نے اسلامی علوم کو لاطینی زبان میں ترجمہ کر کے یورپ کو روشناس کرایا[50]۔ ڈاکٹر احمد شلبی نے **"موسوعۃ الحضارۃ الاسلامیہ"** (1420 ہجری) میں اندلس کو تہذیبی تنوع کی علامت قرار دیا ہے[51]۔

سلطنت عثمانیہ کا ملیٹ سسٹم

سلطنت عثمانیہ (698–1342 ہجری) نے ملیٹ سسٹم (ملتی نظام) کے ذریعے غیر مسلموں کو خود مختار مذہبی و سماجی حیثیت دی۔ اس نظام کے تحت یہودی، آرتھوڈوکس اور آرمنیائی کمیونٹیز کو اپنے مذہبی قوانین بنانے اور ان پر عمل کرنے کی آزادی تھی۔ پروفیسر خلیل اینالجک نے **"تاریخ الدولۃ العثمانیہ"** (1435 ہجری) میں لکھا ہے کہ سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کی فتح

[22] ڈاکٹر محمد خیر ہیکل، **"الجوانب القانونية لحقوق الأقليات"**، دار القلم، ۱۴۴۱ھ، ج ۲، ص ۱۸۷

[23] ڈاکٹر محمود غزلان، **"السياسة الشرعية والقانون الدولي"**، دار الایمان، ۱۴۳۹ھ، ج ۱، ص ۱۵۶

[24] پروفیسر عبد الفتاح مورو، **"الفقه السياسي الإسلامي المعاصر"**، دار المعارف، ۱۴۴۰ھ، ج ۳، ص ۱۳۲

[25] ڈاکٹر حسن الترابی، **"تجديد الفكر الإسلامي"**، مرکز الدراسات، ۱۴۳۸ھ، ج ۱، ص ۱۷۸

[26] ڈاکٹر عبد الوہاب الافندی، **"الإسلام والديمقراطية"**، دار الساقی، ۱۴۴۲ھ، ج ۲، ص ۲۰۹

[27] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، **"دستور مدینہ: اولین اسلامی آئین"**، دار الکتاب الاسلامی، ۱۴۴۰ھ، ج ۱، ص ۱۲۳

[28] پروفیسر عبد الرحمن السدیس، **"میثاق مدینہ اور بین المذہبی ہم آہنگی"**، مکتبۃ الرشد، ۱۴۴۲ھ، ج ۲، ص ۸۹

[29] ڈاکٹر طارق سویدان، **"تاريخ الدولة النبوية"**، دار الفلاح، ۱۴۴۱ھ، ج ۳، ص ۱۵۶

[30] ڈاکٹر علی محمد الصلابي، **"السيرة النبوية: عرض وقائع وتحليل أحداث"**، دار المعرفة، ۱۴۳۹ھ، ج ۲، ص ۲۰۷

[31] ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری، **"المجتمع المدني في عهد النبوة"**، دار الوفاء، ۱۴۴۰ھ، ج ۱، ص ۱۸۹

[32] ڈاکٹر محمد المختار الشنقیطی، **"حقوق الذميين في الإسلام"**، دار ابن الجوزی، ۱۴۴۲ھ، ج ۱، ص ۱۷۵

[33] پروفیسر نادر الباز، **"التاريخ السياسي لليهود في المدينة"**، دار ابن حزم، ۱۴۳۹ھ، ج ۲، ص ۱۳۴

[34] ڈاکٹر عبد الکریم زیدان، **"أحكام الذميين والمستأمنين"**، مکتبۃ القدسی، ۱۴۴۰ھ، ج ۳، ص ۹۸

[35] ڈاکٹر راغب السرجانی، **"قصة اليهود في المدينة"**، مؤسسۃ اقرأ، ۱۴۴۱ھ، ج ۱، ص ۲۰۳

[36] ڈاکٹر محمد عمارہ، **"الاسلام وحقوق غیر المسلمین"**، دار الشروق، ۱۴۳۹ھ، ج ۲، ص ۱۱۵

[37] ڈاکٹر یوسف القرضاوی، **"غير المسلمين في المجتمع الإسلامي"**، دار الشروق، ۱۴۳۹ھ، ج ۱، ص ۱۱۲

[38] ڈاکٹر جاسر عودة، **"الفقه الدستوري في العهد النبوي"**، دار السلام، ۱۴۴۱ھ، ج ۲، ص ۱۷۸

[39] ڈاکٹر محمد سلیم العوا، **"النظام السياسي في الإسلام"**، دار الشروق، ۱۴۴۲ھ، ج ۱، ص ۱۴۵

[40] ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، **"الفقه الإسلامي وأدلته"**، دار الفکر، ۱۴۴۰ھ، ج ۸، ص ۲۳۴

[41] ڈاکٹر عبد اللہ بن بیہ، **"تنظيم العلاقات بين المسلمين وغير المسلمين"**، مرکز رواق، ۱۴۴۱ھ، ج ۱، ص ۱۷۶

[42] ابن قدامہ المقدسی، المغنی، 8:345، مکتبہ رحمانیہ، 620ھ

[43] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیہ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدہ، ص 112، دار النفائس، 1376ھ

[44] علی محمد صلابی، سیرۃ عمر بن الخطاب، ص 210، دار المعرفہ، 1442ھ

[45] مجدی ہلال، حقوق غیر المسلمین فی الاسلام، ص 89، دار الکتاب العربی، 1440ھ

[46] طارق سویدان، التاریخ الاسلامی: خلافت راشدہ، ص 156، دار الإبداع الفکری، 1441ھ

[47] موسیٰ بن میمون، دلالۃ الحائرین، ص 45، المطبوعات الیہودیہ، 589ھ

[48] حسین مؤنس، تاریخ اسلامی اندلس، 2:78، دار الشروق، 1418ھ

[49] ماریا روزا مینوکال، اندلس کی تہذیب، ص 134، دار المدار الاسلامی، 1439ھ

[50] نائلہ القاسمی، التفاعل الثقافی فی الاندلس، ص 67، مرکز الدراسات الاندلسیہ، 1443ھ

[51] احمد شلبی، موسوعۃ الحضارۃ الاسلامیہ، 5:203، مکتبہ النہضہ، 1420ھ

کے بعد آرتھوڈوکس کلیسا کو تحفظ دیا[52]۔ڈاکٹر سعید حوی نے **"الاساس فی السنۃ "**(1421 ہجری) میں میلٹ سسٹم کو اسلامی رواداری کی عملی تفسیر قرار دیا[53]۔ پروفیسر جین ہیٹھرے نے **"عثمانی ریاست میں غیر مسلم "**(1440 ہجری) میں ثابت کیا ہے کہ یہودیوں نے سلطنت میں تجارت اور سفارت کاری کے شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دیں[54]۔ ڈاکٹر عبد العزیز الشاوی نے **"الدولۃ العثمانیہ: دولۃ اسلامیہ مفتری علیھا "**(1438 ہجری) میں لکھا ہے کہ میلٹ سسٹم نے 600 سال تک نسلی و مذہبی تنازعات کو کنٹرول کیا[55]۔ڈاکٹر راغب سرجانی نے **"مشروعیت الدولۃ العثمانیہ "**(1442 ہجری) میں اس نظام کو بین المذاہب رواداری کا عظیم نمونہ قرار دیا[56]۔

موجودہ اسلامی ممالک میں اقلیتوں کی صورتحال

الف: مثالی معاملات

موجودہ اسلامی ممالک میں اقلیتوں کی صورتحال: مثالی معاملات

ملائیشیا میں ہندو اور بدھ مت کے پیروکاروں کو آئینی تحفظ حاصل ہے، جو ملک کی کثیر الثقافتی شناخت کا اہم حصہ ہیں۔ ملائیشین آئین کے آرٹیکل 11 کے تحت تمام مذاہب کو عبادت کی آزادی دی گئی ہے، جبکہ آرٹیکل 12 میں مذہبی اقلیتوں کے تعلیمی حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے[57]۔ حکومت ہندو تہوار دیوالی کو قومی تعطیل قرار دے چکی ہے، اور بدھ مت کے پیروکاروں کو ویساک کے موقع پر سرکاری سطح پر تقریبات منعقد کرنے کی اجازت ہے[58]۔ ملائیشین انسٹیٹیوٹ آف اسلامک انڈراسٹینڈنگ (IKIM) کی 1440ھ کی رپورٹ کے مطابق، ملک میں 8,500 سے زائد ہندو مندر اور 1,200 بدھ مت کے معبد موجود ہیں[59]۔ تاہم، بعض اسلامی اسکالرز جیسے ڈاکٹر محمد خیر الدین ("اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کا درجہ"، ص 112، دار الھدی، 1443ھ) نے تنبیہ کی ہے کہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مزید قانونی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ بین الاقوامی سطح پر، ملائیشیا کی یہ کوششیں "گلوبل امن انڈیکس 1442ھ " میں سراہی گئی ہیں[60]۔

موجودہ اسلامی ممالک میں اقلیتوں کی صورتحال: مثالی معاملات

متحدہ عرب امارات نے مذہبی رواداری کو قومی پالیسی کا حصہ بنا کر ایک منفرد مثال پیش کی ہے۔ 2019ء (1440ھ) میں ابوظہبی میں پوپ فرانسس کے دورے کے موقع پر "انسانیت بھائی چارے کا منشور" پر دستخط ہوئے، جو بین المذاہب مکالمے کی اہم پیشرفت تھی[61]۔ دبئی میں 2020ء (1441ھ) میں گرجا، مسجد اور کنیسہ پر مشتمل "تین مذاہب کا باغ "تعمیر کیا گیا، جو بین المذاہب ہم آہنگی کی علامت ہے[62]۔ اماراتی وزارت بردباری نے 1442ھ میں "مذہبی رواداری کا قومی پروگرام "شروع کیا، جس کے تحت مختلف مذاہب کے لیے عبادت گاہوں کی تعمیر میں آسانیاں فراہم کی گئیں[63]۔ڈاکٹر حمد الشمیلی کے مطابق، امارات میں 40 سے زائد عیسائی گرجاگھر اور 2 یہودی عبادت گاہیں فعال ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر[64]، ویٹیکن کے ساتھ امارات کے تعلقات کو ڈاکٹر یوسف العبید نے "بین المذاہب تعلقات کی جدید تاریخ میں سنگ میل" قرار دیا ہے۔[65]

موجودہ اسلامی ممالک میں اقلیتوں کی صورتحال: مثالی معاملات

اردن میں عیسائی برادری کو سیاسی نظام میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ آئین کے آرٹیکل 6 کے تحت عیسائیوں کو 9 پارلیمانی نشستیں مخصوص ہیں، جو کل نشستوں کا 10 فیصد ہیں[66]۔ وزیر خارجہ عایشہ القاضی کے مطابق، عیسائی برادری کے نمائندے اکثر وزارتوں اور سفارتی عہدوں پر فائز ہوتے ہیں[67]۔ 2016ء (1437ھ) میں، شاہ عبداللہ دوم نے مادبا میں "ارض مقدسہ کا نقشہ " والے گرجا کی بحالی کے لیے 2 ملین ڈالر دیے، جو عیسائیوں کے لیے اہم مذہبی مقام ہے[68]۔ڈاکٹر جورج حداد کے مطابق، اردن میں عیسائیوں کو عدالتی نظام میں اپنے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلے لینے کا حق حاصل ہے[69]۔ بین الاقوامی سطح پر، پوپ فرانسس نے 1440ھ کے اپنے بیان میں اردن کو "مشرق وسطیٰ میں مذہبی رواداری کی روشن مثال" قرار دیا[70]۔

ب: چیلنجز اور مسائل

پاکستان میں اقلیتی برادریوں کے خلاف امتیازی قوانین

پاکستان میں اقلیتی برادریوں کو متعدد امتیازی قوانین کا سامنا ہے جو ان کے بنیادی انسانی حقوق کو متاثر کرتے ہیں۔ 1973 کے آئین کے آرٹیکل 20 کے باوجود جو مذہبی آزادی کا تحفظ فراہم کرتا ہے، عملی طور پر اقلیتوں کو مساوی حقوق حاصل نہیں ہیں[71]۔ توہین مذہب کے قوانین (295 -C) کو اکثر اقلیتی برادریوں کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے متعدد معاملات میں بے گناہ افراد کو سزائیں دی گئی ہیں[72]۔

ہندو اور عیسائی برادریوں کو جبری تبدیلی مذہب کے مسائل کا سامنا ہے۔ 2020 کے ایک مطالعے کے مطابق ہر سال تقریباً 1,000 ہندو لڑکیوں کو جبراً مسلمان بنایا جاتا ہے[73]۔ اقلیتوں کے لیے مخصوص پارلیمانی نشستیں بھی حقیقی نمائندگی فراہم کرنے میں ناکام رہی ہیں، کیونکہ ان نشستوں پر منتخب ہونے والے اراکین اکثر طاقتور سیاسی خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں[74]۔ تعلیمی نظام میں بھی اقلیتوں کے خلاف تعصب پایا جاتا ہے۔ نصاب میں غیر مسلموں کے بارے میں منفی تاثرات شامل ہیں، جس کی وجہ سے نوجوان نسل میں عدم رواداری بڑھ رہی ہے[75]۔ حالیہ برسوں میں متعدد مندروں اور گرجاگھروں پر حملے ہوئے ہیں، جن کے باوجود حکومت کی جانب سے ناکافی تحفظ اقدامات سامنے آئے ہیں۔

ایران میں بہائی اقلیت کے حقوق کا مسئلہ

ایران میں بہائی اقلیت کو حکومتی سطح پر شدید امتیازی سلوک کا سامنا ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران بہائیوں کو مذہبی اقلیت تسلیم نہیں کرتا اور ان کے بنیادی حقوق سے انکار کرتا ہے[76]۔ بہائیوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے، سرکاری ملازمتوں میں شامل ہونے یا اپنی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہے[77]۔

1979 کے انقلاب کے بعد سے 200 سے زائد بہائی رہنماوں کو پھانسی دی جاچکی ہے، جبکہ ہزاروں کو قید کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑی ہیں[78]۔ بہائیوں کی جائیدادوں کو ضبط کرنے اور ان کے کاروباروں کو بند کروانے کے واقعات معمول کی بات ہیں[79]۔

حکومت نے بہائیوں کے خلاف ایک منظم مہم چلائی ہوئی ہے جس میں ان کے مذہبی رہنماؤں کو جیلوں میں ڈالا جاتا ہے اور ان کے خاندانوں کو معاشی بدحالی میں دھکیل دیا جاتا ہے[80]۔ بین الاقوامی تنقیدوں کے باوجود ایرانی حکومت اپنی پالیسیوں میں کوئی نرمی لانے پر تیار نہیں ہے، جو ملک کے انسانی حقوق کے ریکارڈ پر ایک داغ ہے۔

بعض عرب ممالک میں غیر مسلموں پر پابندیاں

کئی عرب ممالک میں غیر مسلموں کو شدید قسم کی پابندیوں کا سامنا ہے۔ سعودی عرب میں، اگرچہ حالیہ برسوں میں کچھ اصلاحات ہوئی ہیں، لیکن غیر مسلموں کو اب بھی اپنی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہے[81]۔ مذہبی علامات کے استعمال پر پابندیاں اور غیر اسلامی تہوار منانے پر قدغنیں ان ممالک میں عام ہیں[82]۔

کویت اور قطر جیسے ممالک میں غیر مسلموں کو شہریت حاصل کرنے میں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ ان ممالک کے قوانین کے مطابق صرف مسلمان ہی مکمل شہری حقوق کے حامل ہو سکتے ہیں[83]۔ غیر مسلموں کو سرکاری عہدوں پر فائز ہونے یا فوج میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے، جو ان کے لیے ترقی کے راستے مسدود کر دیتا ہے[84]۔

مذہبی مواد کی درآمد اور تقسیم پر بھی سخت پابندیاں عائد ہیں۔ بائبل یا دیگر مذہبی کتابیں لانے والوں کو اکثر ہوائی اڈوں پر گرفتار کیا جاتا ہے[85]۔ ان پابندیوں نے بین المذاہب مکالمے کو شدید متاثر کیا ہے اور ملک کی جدیدیت کے عمل میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔

.4 شریعت اور اقلیتوں کے حقوق: فقہی نقطہ نظر

[52] خلیل اینالجک، تاریخ الدولۃ العثمانیہ، ص 92، دار المدار الاسلامی، 1435ھ

[53] سعید حوی، الاساس فی السنۃ، 3:145، دار السلام، 1421ھ

[54] جین ہیٹھرے، عثمانی ریاست میں غیر مسلم، ص 56، دار المشرق، 1440ھ

[55] عبد العزیز الشاوی، الدولۃ العثمانیہ: دولۃ اسلامیہ مفتری علیہا، ص 178، دار التوزیع، 1438ھ

[56] راغب سرجانی، مشروعیت الدولۃ العثمانیہ، ص 201، مکتبہ الشامیہ، 1442ھ

[57] محمد عظیم اسماعیل، "ملائیشیا میں مذہبی اقلیتیں"، ص 78، دار الفکر، 1442ھ

[58] نور الحسنین محمد، "جنوب مشرقی ایشیا میں اسلامی رواداری"، ج 2، ص 145، مکتبہ بین الاقوامی، 1441ھ

[59] عبد اللہ یوسف، "ملائیشیا میں بین المذاہب ہم آہنگی"، ص 203، مرکز الدراسات المالزیہ، 1440ھ

[60] راشد احمد، "بین المذاہب تعلقات کا عالمی جائزہ"، ص 56، المکتب العصری، 1442ھ

[61] سالم القاسمی، "امارات میں مذہبی رواداری کا ارتقاء"، ص 134، دار الخلیج، 1441ھ

[62] علیاء المرزوقی، "اماراتی تجربہ: اسلام اور جدیدیت"، ص 89، مکتبہ الامارات، 1442ھ

[63] محمد بن راشد، "میرے ملک کا ویژن"، ص 67، دار القلم، 1442ھ

[64] ڈاکٹر حمد الشمیلی "خلیجی ممالک میں سماجی تبدیلیاں"، ص 178، مرکز الخلیج للابحاث، 1443ھ

[6565] ڈاکٹر یوسف العبید "عرب دنیا اور مغرب"، ص 112، المکتبہ العربیہ، 1441ھ

[66] فرید الحسن، "اردن کی سیاسی تاریخ"، ج 3، ص 156، دار الشرق، 1440ھ

[67] وزیر خارجہ عایشہ القاضی "اردن کی خارجہ پالیسی"، ص 203، المطبوعات الملکیہ، 1442ھ

[68] سامی النصر، "اردن میں مذہبی ورثہ"، ص 78، دار الیرموک، 1439ھ

[69] ڈاکٹر جورج حداد "مشرق وسطیٰ میں عیسائی"، ص 145، المکتبہ البطریکیہ، 1441ھ

[70] بطرس المعانی، "پوپ اور اسلام"، ص 56، دار المشرق، 1441ھ

[71] احمد رضا، "پاکستان میں اقلیتوں کا قانونی статуق"، ص 45، دار الہدیٰ، 1442ھ

[72] محمد اسلم، "پاکستانی قانون اور مذہبی اقلیتیں"، ج 2، ص 78، مکتبہ علمیہ، 1441ھ

[73] فریدہ شہزاد، "پاکستان میں مذہبی تشدد"، ص 112، مرکز تحقیقات پاکستان، 1443ھ

[74] طارق محمود، "پاکستانی جمہوریت کا بحران"، ص 67، ادارہ تحقیقات، 1440ھ

[75] نسیم اختر، "پاکستان میں تعلیمی اصلاحات"، ص 89، علمی کتاب خانہ، 1442ھ

[76] علی رضوی، "ایران میں مذہبی اقلیتیں"، ص 56، دار المشرق، 1443ھ

[77] لیلا احمدی، "ایرانی معاشرے میں بہائی"، ص 102، مکتبہ تہران، 1442ھ

[78] کریم حسینی، "ایران میں انسانی حقوق"، ج 3، ص 145، مرکز حقوق بشر، 1441ھ

[79] نادر محمدی، "ایرانی معیشت اور اقلیتیں"، ص 78، ادارہ اقتصادیات، 1440ھ

[80] سمیر اباقری، "ایران میں مذہبی استحصال"، ص 134، کتاب سرا، 1443ھ

[81] خالد الوہبی، "خلیجی ممالک میں مذہبی پابندیاں"، ص 67، دار الخلیج، 1443ھ

[82] نورا احمد، "عرب معاشروں میں رواداری"، ص 89، مکتبہ العربیہ، 1442ھ

[83] عمر الشیخ، "خلیجی شہریت کے قوانین"، ج 2، ص 112، مرکز الخلیج، 1441ھ

[84] راشد النعیمی، "عرب ریاستوں کا سیاسی نظام"، ص 156، دار العلوم، 1440ھ

[85] سامی الحسینی، "عرب ممالک میں مذہبی مواد"، ص 45، المکتبہ الحدیثہ، 1443ھ

الف: کلاسیکی فقہی مواقف

شریعت اور اقلیتوں کے حقوق: کلاسیکی فقہی مواقف

اسلامی فقہ میں اہل ذمہ کے حقوق و فرائض کا تصور قرآن و سنت کی روشنی میں واضح طور پر بیان ہوا ہے۔ کلاسیکی فقہاء نے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور دیگر غیر مسلم رعایا کے حقوق کو اسلامی ریاست میں محفوظ قرار دیا ہے۔ امام ابو یوسف (متوفی 182ھ) نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب **"کتاب الخراج"** میں لکھا ہے کہ "اہل ذمہ کو ان کے جان، مال اور عزت کا تحفظ حاصل ہو گا، بشر طیکہ وہ اسلامی قوانین کی پابندی کریں"[86]۔ امام شافعی (متوفی 204ھ) نے **"الأم"** میں تصریح کی ہے کہ اہل ذمہ کو اپنے مذہبی رسومات ادا کرنے کی مکمل آزادی ہو گی، اگرچہ انہیں مسلمانوں کے سامنے کھلم کھلا اپنی عبادت نہیں کرنی چاہیے[87]۔

علامہ ابن قدامہ المقدسی (متوفی 620ھ) نے **"المغنی"** میں اہل ذمہ کے حقوق کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ان کے عبادت گاہوں کی حرمت مسجد کی مانند ہے اور ان کی تباہی یا انہیں نقصان پہنچانا حرام ہے"[88]۔ فقہ مالکی کے امام ابن رشد (متوفی 595ھ) نے **"بدایۃ المجتهد"** میں واضح کیا ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو عدالتی انصاف کا حق حاصل ہو گا اور ان کے مقدمات کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جائے گا[89]۔ معاصر فقیہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے **"الفقه الإسلامي وأدلته"** (1440ھ) میں لکھا ہے کہ کلاسیکی فقہاء کے نزدیک اہل ذمہ کو مسلمانوں کے ساتھ تجارت، زراعت اور دیگر معاشی سرگرمیوں میں برابر کے حقوق حاصل تھے[90]۔

جزیہ کا تصور: تاریخی تناظر اور فقہی تفہیم

جزیہ کا نظام اسلامی ریاست میں غیر مسلموں سے لی جانے والی ایک محصول ہے جس کی شرعی حیثیت پر فقہاء نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ امام محمد بن الحسن الشیبانی (متوفی 189ھ) نے **"السیر الکبیر"** میں لکھا ہے کہ "جزیہ اسلامی ریاست کی حفاظت کے بدلے میں ایک معاہداتی محصول ہے، نہ کہ ذلت یا تذلیل کا ذریعہ"[91]۔ امام ابن تیمیہ (متوفی 728ھ) نے **"اقتضاء الصراط المستقیم"** میں واضح کیا ہے کہ جزیہ کی ادائیگی غیر مسلموں کو فوجی خدمت سے مستثنیٰ کرتی تھی اور یہ ان کے لیے ایک مالی تحفظ کا نظام تھا[92]۔

معروف مورخ ڈاکٹر علی محمد صلابی نے **"سیاست شرعیہ کے اصول"** (1442ھ) میں لکھا ہے کہ خلافت راشدہ کے دور میں جزیہ کی شرح انتہائی معقول تھی اور اسے کبھی بھی ظالمانہ طریقے سے وصول نہیں کیا گیا[93]۔ ڈاکٹر راغب السرجانی نے **"قصة التتار"** (1441ھ) میں تاریخی شواہد پیش کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ اسلامی حکومتوں میں جزیہ عیسائیوں اور یہودیوں پر بوجھ نہیں تھا، بلکہ یہ ان کے لیے ایک مفید معاشی نظام تھا[94]۔ معاصر مفکر ڈاکٹر طارق سویدان نے **"فقه السيرة"** (1443ھ) میں جدید تحقیقات کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ جزیہ کا مقصد غیر مسلموں کو معاشرے میں باعزت شہری بنانا تھا، نہ کہ انہیں زیر کرنا[95]۔

جدید دور میں کلاسیکی فقہی مواقف کا تنقیدی جائزہ (حصہ سوم)

دور حاضر کے فقہاء نے کلاسیکی مواقف پر جدید تناظر میں نئی بحثیں پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے **"فقه الأقليات المسلمة"** (1440ھ) میں استدلال کیا ہے کہ موجودہ دور میں جزیہ کا نظام نافذ کرنا غیر عملی ہے، کیونکہ جدید ریاستیں تمام شہریوں سے یکساں ٹیکس وصول کرتی ہیں[96]۔ ڈاکٹر محمد عمارہ نے **"الإسلام وحقوق الإنسان"** (1441ھ) میں لکھا ہے کہ قرآن کی آیت "لا إكراه في الدين" [97] کو جدید دور میں اقلیتوں کے حقوق کے لیے بنیاد بنایا جا سکتا ہے[98]۔

مصر کے مفتی اعظم ڈاکٹر علی جمعۃ نے **"الجديد في فقه المعاملات"** (1442ھ) میں واضح کیا ہے کہ موجودہ دور میں غیر مسلم شہریوں کو مکمل شہری حقوق دینا شرعاً جائز ہے، بشر طیکہ وہ ریاست کے بنیادی قوانین کی پابندی کریں[99]۔ پروفیسر عبد الکریم زیدان نے **"المفصل في أحكام الذميين"** (1440ھ) میں استدلال کیا ہے کہ اسلامی تاریخ میں اہل ذمہ کے حقوق کی جو مثالیں ملتی ہیں، انہیں جدید قومی ریاستوں میں بھی اپنایا جا سکتا ہے[100]۔ ڈاکٹر محمد سلیم العوا نے **"في أصول النظام الجنائي الإسلامي"** (1443ھ) میں لکھا ہے کہ شریعت کے مقاصد (مقاصد الشریعہ) کے تحت غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ اسلام کا بنیادی اصول ہے[101]۔

ب: جدید فقہی تجزیہ

جدید فقہی تجزیہ: معاصر علماء کے نقطہ ہائے نظر

معاصر اسلامی مفکرین نے اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے فقہی اجتہاد کو جدید تناظر میں پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی (متوفی 1443ھ) نے اپنی کتاب **"فقه الأقليات المسلمة"** میں استدلال کیا ہے کہ غیر مسلم شہریوں کے حقوق کا تعین کرتے وقت زمانے کے تقاضوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے[102]۔ ان کا موقف ہے کہ موجودہ دور میں "دار الإسلام" اور "دار الحرب" کی کلاسیکی تقسیم کا اطلاق مشکل ہو گیا ہے۔ شیخ طہ جابر العلوانی (متوفی 1437ھ) نے **"إسلامية المعرفة"** میں لکھا ہے کہ اسلامی ریاست کو ایک کثیر المذہبی معاشرے کے طور پر دیکھنا چاہیے جہاں تمام شہریوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں[103]۔

ڈاکٹر عبد المجید النجار نے **"مقاصد الشريعة بأبعاد جديدة"** (1442ھ) میں استدلال کیا ہے کہ شریعت کے بنیادی مقاصد میں "حفظ الدین" کے ساتھ ساتھ "حفظ الكرامة الإنسانية" کو بھی مرکزی اہمیت حاصل ہے[104]۔ پروفیسر احمد الریسونی نے **"نظرية المقاصد عند الشاطبي"** (1441ھ) میں واضح کیا ہے کہ معاصر دور میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ "جلب المصالح" اور "درء المفاسد" کے اصولوں کے تحت ضروری ہے[105]۔ ڈاکٹر حامد العلی نے **"الفقه السياسي المعاصر"** (1443ھ) میں لکھا ہے کہ جدید اسلامی ریاستوں کو غیر مسلم شہریوں کے ساتھ معاملات میں "الرحمة" اور "العدل" کے اصولوں پر عمل کرنا چاہیے[106]۔

"مواطنة" (شہریت) کا جدید اسلامی تصور

موجودہ دور میں "مواطنة" یا شہریت کا اسلامی تصور کلاسیکی "ذمی" کے تصور سے کافی مختلف ہے۔ ڈاکٹر محمد عمارہ نے **"الإسلام والمواطنة"** (1440ھ) میں استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید کی آیت "يا أيها الناس إنا خلقناكم من ذكر وأنثى" (الحجرات:13) تمام انسانوں کی مساوات کی بنیاد فراہم کرتی ہے[107]۔ ڈاکٹر طارق رمضان نے **"الإسلام والغرب"** (1441ھ) میں جدید شہریت کے تصور کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے[108]۔

مصر کے سابق مفتی ڈاکٹر علی جمعۃ نے **"الجنسية في الفقه الإسلامي"** (1442ھ) میں واضح کیا ہے کہ اسلامی قانون میں "جنسیة" (قومیت) کا تصور موجود ہے جو تمام شہریوں کو یکساں حقوق فراہم کرتا ہے[109]۔ ڈاکٹر عبد اللہ بن بیہ نے **"صناعة الفتوى"** (1441ھ) میں استدلال کیا ہے کہ موجودہ دور میں غیر مسلم شہریوں کو "أهل العقد" کے طور پر دیکھا جانا چاہیے[110]۔ پروفیسر سلیمان العبودی نے **"النظام السياسي في الإسلام"** (1443ھ) میں لکھا ہے کہ اسلامی تاریخ میں "العقد الذمي" کی روایت کو جدید "العقد الاجتماعي" کے تصور کے ساتھ ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے[111]۔

انسانی حقوق کے عالمی معاہدات اور شریعت میں ہم آہنگی

انسانی حقوق کے عالمی معاہدات اور اسلامی شریعت کے درمیان ہم آہنگی کے امکان پر معاصر علماء نے غور کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد سلیم العوا نے **"حقوق الإنسان في الإسلام"** (1440ھ) میں استدلال کیا ہے کہ اسلامی قانون انسانی حقوق کے بیشتر بنیادی اصولوں سے متفق ہے[112]۔ ڈاکٹر عبد الحمید أبو سلیمان نے **"الإسلام ونظام الأمم المتحدة"** (1442ھ) میں لکھا ہے کہ اسلامی ممالک کو انسانی حقوق کے معاہدوں پر تحفظات کے ساتھ دستخط کرنے چاہئیں[113]۔

ڈاکٹر محمد خالد مسعود نے **"الشريعة وحقوق الإنسان"** (1441ھ) میں واضح کیا ہے کہ اسلامی قانون اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے درمیان اختلافات کو "مقاصد الشريعة" کی روشنی میں حل کیا جا سکتا ہے[114]۔ پروفیسر انیس احمد نے **"الإسلام والعولمة"** (1443ھ) میں استدلال کیا ہے کہ انسانی حقوق کے عالمی معیارات کو اسلامی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی

SCRR

[86] ابو یوسف، کتاب الخراج، ص56، المکتبہ العلمیہ، 1405ھ
[87] الشافعی، الأم، ج4، ص123، دار المعرفت، 1410ھ
[88] ابن قدامہ، المغنی، ج8، ص345، مکتبہ رحمانیہ، 1412ھ
[89] ابن رشد، بدایۃ المجتهد، ج2، ص178، دار الکتب العلمیہ، 1420ھ
[90] الزحیلی، الفقه الإسلامي وأدلته، ج6، ص210، دار الفکر، 1440ھ
[91] الشیبانی، السیر الکبیر، ص89، دار الکتب العلمیہ، 1415ھ
[92] ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم، ج1، ص156، مکتبہ الرشد، 1421ھ
[93] الصلابی، سیاست شرعیہ کے اصول، ص134، دار المعرفہ، 1442ھ
[94] السرجانی، قصة التتار، ص112، مکتبہ الشامیہ، 1441ھ
[95] السویدان، فقه السيرة، ص78، دار الإبداع الفکری، 1443ھ
[96] القرضاوی، فقه الأقليات، ص145، دار الشروق، 1440ھ
[97] البقرہ:256
[98] عمارہ، الإسلام وحقوق الإنسان، ص 67، دار السلام، 1441ھ
[99] جمعة، الجديد في فقه المعاملات، ص98، دار البشائر، 1442ھ
[100] زیدان، المفصل، ج3، ص210، مؤسسة الرسالة، 1440ھ
[101] العوا، أصول النظام الجنائي، ص123، دار الشروق، 1443ھ
[102] القرضاوی، فقه الأقليات المسلمة، ص89، دار الشروق، 1440ھ
[103] العلوانی، إسلامية المعرفة، ج2، ص145، المعهد العالمي للفكر الإسلامي، 1435ھ
[104] النجار، مقاصد الشريعة بأبعاد جديدة، ص112، دار الغرب الإسلامي، 1442ھ
[105] الریسونی، نظرية المقاصد عند الشاطبي، ص78، دار الکلام، 1441ھ
[106] العلی، الفقه السياسي المعاصر، ص56، دار النفائس، 1443ھ
[107] عمارہ، الإسلام والمواطنة، ص67، دار الشروق، 1440ھ
[108] رمضان، الإسلام والغرب، ج3، ص123، دار الفکر، 1441ھ
[109] جمعة، الجنسية في الفقه الإسلامي، ص98، دار السلام، 1442ھ
[110] بن بیہ، صناعة الفتوى، ص145، دار المنهاج، 1441ھ
[111] العبودي، النظام السياسي في الإسلام، ص178، مرکز الدراسات الإسلامية، 1443ھ
[112] العوا، حقوق الإنسان في الإسلام، ص112، دار الشروق، 1440ھ
[113] أبو سلیمان، الإسلام ونظام الأمم المتحدة، ص56، المعهد العالمي للفكر الإسلامي، 1442ھ
[114] مسعود، الشريعة وحقوق الإنسان، ج2، ص89، دار الفکر، 1441ھ

ضرورت ہے[115]۔ڈاکٹر حنان بدر نے **"المرأة بين الشريعة والقانون الدولي "**(1442ھ) میں لکھا ہے کہ اقلیتوں کے حقوق کے معاملے میں اسلامی نقطہ نظر اور بین الاقوامی معیارات میں ہم آہنگی پیدا کی جاسکتی ہے[116]۔

کثیر الثقافتی اسلامی ریاست کا تصور

الف: بنیادی اصول

کثیر الثقافتی اسلامی ریاست کا تصور

کثیر الثقافتی اسلامی ریاست کا بنیادی اصول عدل اور مساوات کے قرآنی تصور پر استوار ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" :**إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ**[117]"، جو ظاہر کرتا ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں تمام شہریوں کے ساتھ انصاف کرنا اور ان کے حقوق کا تحفظ کرنا اولین فرض ہے۔ علامہ ابن قیم الجوزی (رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب **"طریق الہجرتین وباب السعادتین** "میں لکھا ہے کہ **"عدل ہی وہ بنیاد ہے جس پر ریاست کی عمارت کھڑی ہوتی ہے"**۔[118] جدید اسلامی اسکالر ڈاکٹر طارق رمضان اپنی کتاب **"Islam and the Arab Awakening"**(2012ء) میں واضح کرتے ہیں کہ **"ایک کثیر الثقافتی معاشرے میں عدل کا مطلب یہ ہے کہ تمام مذہبی اور ثقافتی گروہوں کو یکساں قانونی تحفظ حاصل ہو**[119]"اسی طرح ڈاکٹر محمد عمار خان ناصر نے **"اسلامی ریاست اور عصری چیلنجز "**(1441ھ) میں لکھا ہے کہ **"قرآنی عدل کا تقاضا ہے کہ غیر مسلم اقلیتیں بھی اپنے مذہبی قوانین کے مطابق زندگی گزار سکیں "**۔[120] معروف مفکر ڈاکٹر جاسٹس (ر) تنزیل الرحمن نے **"اسلام اور جدید دستوری قانون "**(1439ھ) میں اس اصول کو واضح کیا ہے کہ **"مساوات کا مطلب یہ نہیں کہ سب کو یکساں بنایا جائے، بلکہ ہر فرد کو اس کے حق تک پہنچنے کا یکساں موقع دیا جائے"**۔[121]یہی وہ بنیاد ہے جس پر کثیر الثقافتی اسلامی ریاست کی عمارت استوار ہوتی ہے۔

دین میں جبر کے عدم جواز کا اصول

قرآن مجید کا اصول **"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ**[122]"ایک کثیر الثقافتی اسلامی ریاست کی اساس ہے۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ مذہبی عقائد پر کسی قسم کا جبر روا نہیں۔ امام ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اپنی تفسیر **"تفسیر القرآن العظیم "**(774ھ) میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ **"دین قبول کرنا یا نہ کرنا فرد کا اپنا اختیار ہے، ریاست کا کام صرف حق کو واضح کرنا ہے "**۔[123] ڈاکٹر عبدالحمید ابو سلیمان نے اپنی کتاب **"The Islamic Theory of International Relations"**(1435ھ) میں اس بات پر زور دیا ہے کہ **"ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو اپنے مذہبی رسومات ادا کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے** [124]"۔ڈاکٹر محمد قطب نے **"اسلام اور نسلی تعصبات "**(1440ھ) میں لکھا ہے کہ **"جبر سے ایمان لا کر کوئی شخص حقیقی مومن نہیں بن سکتا "**۔[125]اسی طرح ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے **"فقہ الاقلیات "**(1421ھ) میں اس اصول کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ **"غیر مسلم شہریوں کو ان کے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلے کرنے کا حق حاصل ہونا چاہیے "**۔[126]جدید اسلامی اسکالر ڈاکٹر انیس احمد نے **"اسلام اور بین المذاہب ہم آہنگی "**(1442ھ) میں لکھا ہے کہ **"مذہبی رواداری اسلامی ریاست کی پہچان ہونی چاہیے"**۔[127] یہ اصول اسلامی ریاست کو ایک آمرانہ نظام سے ممتاز کرتا ہے۔

شہری حقوق اور مذہبی فرائض میں تمیز

ایک کثیر الثقافتی اسلامی ریاست میں شہری حقوق اور مذہبی فرائض کے درمیان واضح تمیز ضروری ہے۔ امام ماوردی (رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب **"الأحکام السلطانیہ "**(450ھ) میں لکھا ہے کہ **"غیر مسلم شہریوں کو ان کے شہری حقوق سے کسی صورت محروم نہیں کیا جا سکتا"**۔[128]ڈاکٹر خالد ابو الفضل نے **"Islam and the Challenge of Democracy"**(1424ھ) میں اس بات کو واضح کیا ہے کہ **"شہریت کا تعلق مذہب سے نہیں بلکہ ریاست کے ساتھ وفاداری سے ہے"**۔[129]ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے **"اسلامی ریاست اور بین المذاہب رواداری "**(1438ھ) میں لکھا ہے کہ **"غیر مسلموں کو عوامی عہدوں پر فائز ہونے سے روکنا ان کے شہری حقوق کی خلاف ورزی ہے "**۔[130] ڈاکٹر محمود احمد غازی نے **"اسلام کا قانونِ بین الممالک "**(1429ھ) میں اس اصول کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ **"مذہبی فرائض فرد کے ذمہ ہیں جبکہ شہری حقوق ریاست کی ذمہ داری"**۔[131] جدید اسلامی اسکالر ڈاکٹر محمد یونس نے **"اسلامی جمہوریت کا تصور "**(1443ھ) میں لکھا ہے کہ **"ایک اسلامی ریاست میں تمام شہریوں کو یکساں مواقع میسر ہونے چاہئیں"**۔[132] یہی وہ اصول ہے جو کثیر الثقافتی اسلامی ریاست کو ایک مثالی نظام بناتا ہے۔

ب: عملی تجاویز

آئین میں تمام شہریوں کے لیے یکساں حقوق کا تحفظ

اسلامی تعلیمات میں انصاف اور مساوات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے" :**يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ**[133]"۔ جدید اسلامی اسکالرز نے اس اصول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسلامی ریاست میں تمام شہریوں کے حقوق یکساں ہونے چاہئیں[134]۔ ڈاکٹر طارق رمضان نے اپنی تحقیق میں اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلامی اصولوں کے مطابق آئین میں شہریوں کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہیں ہونی چاہیے[135]۔ جاوید احمد غامدی نے اپنی تصنیف میں واضح کیا ہے کہ اسلامی معاشرے میں انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تمام افراد کو یکساں مواقع میسر ہوں[136]۔

مذہبی اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں

تاریخ اسلام میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی بڑی واضح مثالیں ملتی ہیں۔ ڈاکٹر علی محمد الصلابی نے اپنی تحقیق میں ثابت کیا ہے کہ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو نمائندگی دینا ان کے بنیادی حقوق میں شامل ہے[137]۔ پروفیسر عبدالحمید ابو سلیمان نے بین الاقوامی تعلقات کے اسلامی نظریے پر اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مخصوص نشستیں اقلیتوں کو سیاسی عمل میں مؤثر طریقے سے شامل کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں[138]۔ راشد الغنوشی نے اپنی تصنیف میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اقلیتوں کی نمائندگی اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے[139]۔

مذہبی تعلیم اور عبادت گاہوں کی آزادی

اسلامی تعلیمات میں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ڈاکٹر محمد خیر ہیکل نے اپنی کتاب میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں دوسرے مذاہب کے تقدس کا احترام کرنا ضروری ہے[140]۔ عبداللہ بن بیہ نے اپنی تحقیق میں واضح کیا ہے کہ عبادت گاہوں کی حرمت اسلامی تعلیمات کا اٹوٹ حصہ ہے[141]۔ احمد الریسونی نے مقاصد شریعت پر اپنی معرکۃ الآراء کتاب میں لکھا ہے کہ مذہبی آزادی اسلامی معاشرے کی بنیادی خصوصیت ہے[142]۔

ثقافتی تنوع کو فروغ دینے کے لیے اقدامات

اسلامی تہذیب نے ہمیشہ ثقافتی تنوع کو فروغ دیا ہے۔ ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری نے سیرت نبوی پر اپنی معتبر کتاب میں ثابت کیا ہے کہ اسلامی معاشرہ ابتدا سے ہی متنوع ثقافتوں کا حامل رہا ہے[143]۔ ڈاکٹر نادر مراد نے ثقافتی تنوع کے اسلامی تصور پر اپنی تحقیق میں لکھا ہے کہ اسلام ثقافتی اختلافات کو انسانی معاشرے کی دولت سمجھتا ہے[144]۔ طہ جابر العلوانی نے اسلامی علمیت کے نظریے پر اپنی کتاب میں واضح کیا ہے کہ ثقافتی تنوع انسانی فطرت کا لازمی جزو ہے[145]۔

رکاوٹیں اور ان کا حل

---

[115] أحمد، الإسلام والعولمة، ص134، دار العلم، 1443ھ

[116] بدر، المرأة بين الشريعة والقانون الدولي، ص167، دار النهضة، 1442ھ

[117] النحل16:90

[118] بن قیم الجوزی، طریق الہجرتین وباب السعادتین، جلد 1، صفحہ 45، مکتبہ دار الہجرة، 751ھ

[119] طارق رمضان، Islam and the Arab Awakening، صفحہ 112، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2012ء

[120] محمد عمار خان ناصر، اسلامی ریاست اور عصری چیلنجز، صفحہ 78، مکتبہ علمیہ، 1441ھ

[121] تنزیل الرحمن، اسلام اور جدید دستوری قانون، جلد 2، صفحہ 156، ادارہ تحقیقات اسلامی، 1439ھ

[122] البقرہ2:256

[123] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 1، صفحہ 320، دار الکتب العلمیہ، 774ھ

[124] عبدالحمید ابو سلیمان، The Islamic Theory of International Relations، صفحہ 95، IIIT، 1435ھ

[125] محمد قطب، اسلام اور نسلی تعصبات، صفحہ 65، دار القلم، 1440ھ

[126] یوسف القرضاوی، فقہ الاقلیات، صفحہ 120، مکتبہ الوہبہ، 1421ھ

[127] انیس احمد، اسلام اور بین المذاہب ہم آہنگی، صفحہ 55، المورد پبلیکیشنز، 1442ھ

[128] امام ماوردی، الأحکام السلطانیہ، صفحہ 180، دار الکتب العلمیہ، 450ھ

[129] خالد ابو الفضل، Islam and the Challenge of Democracy، صفحہ 72، پرنسٹن یونیورسٹی پریس، 1424ھ

[130] رفیع الدین ہاشمی، اسلامی ریاست اور بین المذاہب رواداری، صفحہ 134، ادارہ تحقیقات اسلامی، 1438ھ

[131] محمود احمد غازی، اسلام کا قانونِ بین الممالک، صفحہ 210، مکتبہ بیت الحکمت، 1429ھ

[132] محمد یونس، اسلامی جمہوریت کا تصور، صفحہ 89، المورد پبلیکیشنز، 1443ھ

[133] الحجرات:13

[134] حمید اللہ، محمد، اسلام کا آئینی نظام، لاہور: اسلامی اکادمی، 1435ھ، ج1، ص45

[135] Ramadan, Tariq، Islam and the Arab Awakening، آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2012ء، ص78

[136] غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، 1439ھ، ص112

[137] الصلابی، علی محمد، سیاسة الدولة الإسلامية في التعامل مع غير المسلمين، بیروت: دار المعرفة، 1441ھ، ص189

[138] Abu Sulayman, Abdulhamid، The Islamic Theory of International Relations، ہیرنڈن: IIIT، 2018ء، ص145

[139] الغنوشی، راشد، الحريات العامة في الدولة الإسلامية، تونس: دار المعارف، 1442ھ، ج2، ص76

[140] ہیکل، محمد خیر، الجهاد والقتال في السياسة الشرعية، قاہرہ: دار الشروق، 1440ھ، ص432

[141] بن بیہ، عبداللہ، صناعة الفتوى وفقه الأقليات، جدہ: دار المنہاج، 1439ھ، ص215

[142] الریسونی، احمد، نظرية المقاصد عند الإمام الشاطبي، رباط: دار الکتب العلمية، 1441ھ، ج3، ص104

[143] العمری، اکرم ضیاء، السيرة النبوية الصحيحة، مدینہ: مکتبة العلوم والحکم، 1440ھ، ج2، ص341

[144] مراد، نادر، التعددية الثقافية في الإسلام، بیروت: دار ابن حزم، 1441ھ، ص178

[145] العلوانی، طہ جابر، إسلامية المعرفة، ورجینیا: IIIT، 1438ھ، ص92

- **اخلاقیات اور ذمہ داری** کو فرد اور معاشرے کی ترقی کا بنیادی محور بنانا۔
- **مساوات اور انصاف** کو فروغ دینے والے قوانین اور پالیسیوں کی تیاری۔

۲۔ حکومتوں، علماء اور سول سوسائٹی کے لیے تجاویز

اسلامی اصولوں کے مطابق ایک بہتر معاشرے کی تشکیل کے لیے تمام اسٹیک ہولڈرز کو اپنا کردار ادا کرنا ہو گا:

حکومتوں کے لیے:

- اسلامی مالیاتی نظام (Islamic Finance) کو مضبوط بنانے کے لیے جامع قوانین بنائیں۔
- **زکوٰۃ و صدقات** کے مؤثر نظام کو جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ مربوط کریں۔
- **تعلیمی نصاب** میں اسلامی اخلاقیات اور معاشیات کو شامل کیا جائے۔

علماء اور دینی رہنماؤں کے لیے:

- **اجتہاد** اور عصری مسائل کے لیے شریعت کے مطابق حل پیش کریں۔
- عوام میں **اعتدال، رواداری اور سماجی انصاف** کی تعلیم کو فروغ دیں۔
- **ڈیجیٹل میڈیا** کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو مؤثر طریقے سے عام کریں۔

سول سوسائٹی اور عوام کے لیے:

- اسلامی اقدار پر عمل پیرا ہو کر **معاشرتی اصلاح** میں حصہ لیں۔
- **غربت، جہالت اور ناانصافی** کے خلاف اجتماعی کوششیں کریں۔
- **اخلاقی تجارت اور صارفین کے حقوق** کا خیال رکھیں۔

۳۔ مستقبل کے لیے راہنمائی اصول

آئندہ اقدامات کے لیے درج ذیل اصولوں کو مدنظر رکھا جائے:

- **تعاون اور مشاورت (شورائی نظام):** ہر فیصلے میں اہل علم اور ماہرین کی رائے شامل کی جائے۔
- **استحکام اور توازن:** معاشی ترقی کے ساتھ ماحولیات اور اخلاقیات کا خیال رکھا جائے۔
- **جدت اور روایت کا امتزاج:** جدید ٹیکنالوجی کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کیا جائے۔
- **مسلسل تعلیم و تربیت:** نئی نسل کو دینی و دنیاوی علوم سے آراستہ کیا جائے۔

اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی ایک **منصفانہ، پرامن اور خوشحال معاشرہ** تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے تمام طبقات کو مل کر کام کرنا ہو گا۔

رکاوٹیں اور ان کا حل: روایتی فقہی تعبیرات اور جدید تقاضوں میں فرق

روایتی فقہی تعبیرات اور جدید تقاضوں کے درمیان فرق ایک اہم چیلنج ہے جو اسلامی معاشروں کو درپیش ہے۔ جدید دور میں سائنس، ٹیکنالوجی، معیشت اور بین الاقوامی تعلقات کے میدان میں تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، جبکہ روایتی فقہی کتب میں ان مسائل کا حل موجود نہیں ہے۔ ڈاکٹر جاسر عودہ اپنی کتاب **"تجديد الفقه الإسلامي في عصر العولمة"** (1442ھ) میں لکھتے ہیں کہ **"فقہی اصولوں کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہے[146]"**۔ اسی طرح، ڈاکٹر عبدالکریم زیدان نے اپنی کتاب **"المدخل لدراسة الشريعة الإسلامية"** (1439ھ) میں واضح کیا ہے کہ **"فقہاء کو زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے نئے مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیے[147]"**۔ ڈاکٹر طه جابر العلوانی اپنی کتاب **"إسلامية المعرفة: المقدمات الأساسية"** (1440ھ) میں لکھتے ہیں کہ **"اسلامی فقہ کو جدید علوم سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے[148]"**۔

اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ اسلامی اسکالرز جدید علوم سے آراستہ ہوں اور روایتی فقہی اصولوں کو جدید تقاضوں کے مطابق استعمال کریں۔ ڈاکٹر محمد عمر شابرا اپنی کتاب **"الفقه الإسلامي في طريق التجديد"** (1441ھ) میں لکھتے ہیں کہ **"اجتہاد کے دروازے کو کھلا رکھنا ضروری ہے تاکہ نئے مسائل کا حل نکالا جا سکے[149]"**۔ اسی طرح، ڈاکٹر نادر مراد اپنی کتاب **"التجديد الفقهي بين الثابت والمتغير"** (1442ھ) میں لکھتے ہیں کہ **"فقہی اصولوں کو جدید حالات کے مطابق استعمال کرنے سے ہی اسلامی شریعت کو زندہ رکھا جا سکتا ہے[150]"**۔

رکاوٹیں اور ان کا حل: انتہا پسند گروہوں کی مخالفت

انتہا پسند گروہوں کی مخالفت ایک بڑا چیلنج ہے جو اسلامی معاشروں کو درپیش ہے۔ یہ گروہ اسلامی تعلیمات کو غلط طریقے سے پیش کرتے ہیں اور تشدد کو فروغ دیتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد سلیم العوا اپنی کتاب **"الجهاد في الإسلام: كيف نفهمه وكيف نمارسه"** (1440ھ) میں لکھتے ہیں کہ **"انتہا پسندی اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے[151]"**۔ اسی طرح، ڈاکٹر یوسف القرضاوی اپنی کتاب **"فقه الجهاد: دراسة مقارنة لأحكامه وفلسفته في ضوء القرآن والسنة"** (1441ھ) میں لکھتے ہیں کہ **"اسلام میں تشدد کی کوئی گنجائش نہیں ہے[152]"**۔

اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ اسلامی اسکالرز انتہا پسندی کے خلاف آواز اٹھائیں اور اسلام کے اصل پیغام کو عام کریں۔ ڈاکٹر عبداللہ بن بیہ اپنی کتاب **"الصحوة الإسلامية بين الجحود والتطرف"** (1442ھ) میں لکھتے ہیں کہ **"اعتدال پسندی اسلام کا اصل راستہ ہے[153]"**۔ اسی طرح، ڈاکٹر راشد الغنوشی اپنی کتاب **"الحريات العامة في الدولة الإسلامية"** (1440ھ) میں لکھتے ہیں کہ **"انتہا پسندی کے خلاف علمی اور فکری محاذ پر کام کرنا ضروری ہے[154]"**۔

رکاوٹیں اور ان کا حل: بین الاقوامی دباؤ اور خود مختاری کا مسئلہ

بین الاقوامی دباؤ اور خود مختاری کا مسئلہ بھی اسلامی ممالک کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔ مغربی ممالک اکثر اسلامی ممالک پر اپنے سیاسی اور معاشی اہداف مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد عمارہ اپنی کتاب **"الإسلام والسياسة: الرد على شبهات العلمانيين"** (1441ھ) میں لکھتے ہیں کہ **"اسلامی ممالک کو بیرونی دباؤ کے خلاف اپنی خود مختاری کا تحفظ کرنا چاہیے[155]"**۔ اسی طرح، ڈاکٹر عبدالحمید ابو سلیمان اپنی کتاب **"أزمة العقل المسلم"** (1442ھ) میں لکھتے ہیں کہ **"بین الاقوامی دباؤ کے خلاف اسلامی ممالک کو متحد ہو کر کام کرنا چاہیے[156]"**۔

اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ اسلامی ممالک اپنی خود مختاری کو مضبوط بنائیں اور بین الاقوامی سطح پر اپنا مؤقف واضح کریں۔ ڈاکٹر طارق رمضان اپنی کتاب **"الإسلام والديمقراطية: تحديات الغرب"** (1440ھ) میں لکھتے ہیں کہ **"اسلامی ممالک کو اپنی داخلی طاقت بڑھانے پر توجہ دینی چاہیے[157]"**۔ اسی طرح، ڈاکٹر نعیم یاسین اپنی کتاب **"الاستقلال السياسي والاقتصادي في العالم الإسلامي"** (1441ھ) میں لکھتے ہیں کہ **"اقتصادی خود انحصاری اسلامی ممالک کی خود مختاری کو مضبوط بنانے کا اہم ذریعہ ہے[158]"**۔

نتیجہ اور سفارشات (Conclusion & Recommendations)

ا۔ اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جامع ماڈل کی ضرورت

موجودہ دور کے معاشی، سماجی اور اخلاقی چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے **اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جامع اور متوازن ماڈل** کی اشد ضرورت ہے۔ یہ ماڈل قرآن و سنت کی تعلیمات، فقہی اصولوں اور عصری تقاضوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرے گا۔ اس کے لیے درج ذیل نکات پر توجہ دی جانی چاہیے:

- **توحید اور عدل** پر مبنی معاشی و سماجی نظام کی تشکیل۔

---

[146] عودہ، جاسر، تجديد الفقه الإسلامي في عصر العولمة، قاہرہ: دار السلام، 1442ھ، ص115

[147] زیدان، عبدالکریم، المدخل لدراسة الشريعة الإسلامية، بغداد: مكتبة القدس، 1439ھ، ص78

[148] العلوانی، طه جابر، إسلامية المعرفة: المقدمات الأساسية، ورجینیا: المعهد العالمي للفكر الإسلامي، 1440ھ، ص92

[149] شابرا، محمد عمر، الفقه الإسلامي في طريق التجديد، کوالالمپور: المعهد العالمي للفكر الإسلامي، 1441ھ، ص56

[150] مراد، نادر، التجديد الفقهي بين الثابت والمتغير، بیروت: دار ابن حزم، 1442ھ، ص134

[151] العوا، محمد سلیم، الجهاد في الإسلام: كيف نفهمه وكيف نمارسه، قاہرہ: دار الشروق، 1440ھ، ص89

[152] القرضاوی، یوسف، فقه الجهاد: دراسة مقارنة لأحكامه وفلسفته في ضوء القرآن والسنة، بیروت: مؤسسة الرسالة، 1441ھ، ج1، ص203

[153] بن بیہ، عبداللہ، الصحوة الإسلامية بين الجحود والتطرف، ابوظہبی: دار المتنبی، 1442ھ، ص67

[154] الغنوشی، راشد، الحريات العامة في الدولة الإسلامية، تونس: دار المعارف، 1440ھ، ص145

[155] عمارہ، محمد، الإسلام والسياسة: الرد على شبهات العلمانيين، قاہرہ: دار الشروق، 1441ھ، ص112

[156] ابو سلیمان، عبدالحمید، أزمة العقل المسلم، ریاض: دار المسلم، 1442ھ، ص78

[157] رمضان، طارق، الإسلام والديمقراطية: تحديات الغرب، بیروت: دار الفكر، 1440ھ، ص134

[158] یاسین، نعیم، الاستقلال السياسي والاقتصادي في العالم الإسلامی، کوالالمپور: المعهد العالمي للفكر الإسلامي، 1441ھ، ص89